

بکھرے کچھ اس طرح

از قلم: رائحہ چوہان



بکھرے کچھ اس طرح

از قلم : رائٹر چوہان

قسط 1

وہ شخص مسلسل اپنی کرسی ہلا رہا تھا۔ کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔۔

سر آپ کی کافی۔۔۔۔

اس شخص نے اشارے سے ملازم کو باہر جانے کا حکم جاری کیا۔۔ وہ شخص اب اپنی کرسی سے اٹھ کر دراز میں سے کچھ نکال رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں ایک تصویر آئی۔۔ جسے دیکھ کر اس کی خوبصورت حسین چہرے پر ہنسی بکھر گئی۔۔

آ رہا ہوں تمہاری زندگی میں تمہیں اپنا بنانے۔۔۔۔

پہلی بار کسی کی آنکھوں نے مجھے چیلنج کیا ہے۔۔۔

تمہیں خود سے محبت نہ کروائی تو نام بدل دینا میرا۔۔۔

ابھی تک اتنا ظالم نہیں بنا تھا۔۔ اپنے خاندان کے لیے۔۔۔ پر اب بنوں گا۔۔۔

خوشخبری راکٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

آ رہا ہوں اپنے خاندان کے روایات توڑنے۔۔۔۔۔

آ رہا ہوں تمہارے پیروں کی زنجیریں کھولنے۔۔۔۔۔

وہ ہم سے دور تھے ہم ان سے نہیں۔۔۔

وہ ہمارے قریب تھے ہم ان کے نہیں۔۔۔

اف۔۔ میرے خدا اس لڑکی کو عقل دے۔ وہ چارپائی پہ لیٹی اس لڑکی کو مسلسل کو غور رہی تھی۔۔ جو صرف چھت کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔۔

اٹھ جا کام کر لے ورنہ بیگم سے ڈانٹ پڑی گی تجھے پھر نہیں بچاؤں گی میں۔۔

اٹھنے لگی ہوں۔۔۔ اس نے ناک منہ چڑھاتے ہوئے کہا۔

کب اٹھے گی اٹھ ورنہ میں یہاں پر ہی کھڑی رہوں گی تو ایک نوکرانی ہے کوئی مہارانی نہیں کل مراد خان یہاں آئیں گے۔ سارے انتظامات بھی کرنے ہیں اور اوپر سے شادی بھی ہے اور میں ایک عجیب سی لڑکی سے بات کر رہی ہوں جو صرف چھت کو گھورنے میں لگی ہوئی ہے۔۔ یا رب اس لڑکی کا کچھ کر لے.... وہ ہاتھ اٹھائے دعائے کرتی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی آمنہ باجی کا پتہ تھا اب وہ اٹھ جائے گی۔۔

لیکن آج اس پر اس ان سب باتوں کا کوئی اثر تک نہ ہوا کیونکہ۔۔ وہ انہتا سرفراز تھی۔۔ اپنی مرضی کی مالک۔۔ پتھر دل۔ غموں کی ماری۔ سانولی رنگت کی مالک۔۔ اس کے چہرے کے نقوش ایسے کہ کوئی بھی اسے جان دے دیں۔ قدرتی براؤن بال لمبے مگر ہر وقت قید میں

رہتے تھے۔۔ لیکن وہ ایک نوکرانی تھی بلا شعبہ وہ بے حد حسین تھی مگر حویلی والوں کو اس کی خوبصورتی نظر نہیں آتی تھی اور نہ وہ خود کو خوبصورت مانتی تھی۔۔ وہ اندر ہی اندر مر رہی تھی

لڑ رہی تھی۔۔

انہتا فوراً چارپائی سے اٹھی اور حقیقی دنیا میں واپس آئی۔

آمنہ باجی ابھی بھی اسے مسلسل باتیں سن رہی تھی پھر وہ آمنہ باجی کو گھورنے لگی۔۔

بس کر دے مت بولیں اتنا۔۔ آمنہ باجی کام بتائیں کیا ہیں۔

دیکھو کل مراد خان اس حویلی کے چھوٹے نواب یہاں آ رہے ہیں کوئی غلطی نہ کرنا ایک کام دوں گی بس مراد خان کا کمرہ سجا دے کیونکہ گھر میں شادی بھی ہے اور وہ بھی

آ رہے ہیں۔۔ سکندر خان نے کہا ہے کوئی غلطی نہ ہو مراد خان کے استقبال میں۔۔۔ ان کا چھوٹا بیٹا ہے یار صرف ایک کام ہے ان کا کمرہ سجا دے اور باقی سب چیزیں بھی دیکھ لینا۔۔ وہ اسے سمجھا رہی تھی۔۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

کیا ضرورت ہے اسے یہاں آنے کی۔۔ اس گھر میں ایک بے ہودہ انسان کا اضافہ ہو رہا ہے۔۔ انتہا کی زبان میں جو آیا اس نے بول دیا ہمیشہ کی طرح۔۔

چل جا کے کام کر۔۔ آمنہ باجی نے اس سے مزید ڈاٹنا شروع کر دیا۔۔

نواب صاحب بے شرم۔۔ بد معاش۔۔ بد دماغ۔۔ کیا ضرورت ہے یہاں آنے کی۔۔ کیا موت پڑ گئی اسے یہاں آنے کی۔

سب پتہ نہیں اسے سلجھا ہوا نواب یہاں کیوں کہتے ہیں۔۔ میری نظر میں تو وہ لکڑ کا بندر ہے وہ اس کے کمرے میں موجود اس کی تصویر کو گھورتے مسلسل اسے اچھے الفاظوں سے نواز رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ کام کرتے اسے کوس رہی تھی۔ انتہا نے کبھی مراد خان کو کبھی دیکھا تو نہ تھا مگر اسے نفرت تھی اس سے۔۔ اس کے نام سے۔۔ وہ خود بھی نہیں معلوم تھا وہ نفرت کیوں کرتی ہے مراد خان سے۔۔ شاید انتہا ہمیشہ محبت سے محروم رہی اس لیے اس نے نفرت سے دوستی کر لی۔

مراد خان سکندر خان کا چھوٹا بیٹا۔۔۔ کبھی ضد تک نہ کی تھی۔۔۔ ہر چیز آسانی سے پالیتا تھا۔۔۔ کبھی اوقات سے بڑھ کر مانگا ہی نہیں۔۔۔ امیری غریبی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی اس کے لیے۔۔۔ پرفیوم کا دیوانہ۔۔۔ ہر فیصلہ اچھا کرنے والا۔۔۔ کامیاب بزنس مین۔۔۔

سکندر خان کے چار بیٹے تھے بڑا بیٹا عثمان خان آنے والے وقت کا سردار حکمران شادی شدہ۔۔۔

دوسرا دانیال خان جو ترکی میں ایک کامیاب ڈاکٹر تھا جو اپنی بیوی بچوں سمیت ترکی میں ہی رہتا تھا۔

اور تیسری ان کی پیاری بیٹی فاطمہ جو مراد سے بڑی مگر مراد کے لیے چھوٹی تھی جس کی شادی کے لیے مراد خان یہاں آ رہا تھا اور۔۔۔

اور اب مراد خان جو سب سے چھوٹا بیٹا تھا سکندر خان کا۔۔۔ 28 سال عمر تھی۔۔۔ شادی کی بات پر کبھی گور تک کرتا نہ تھا۔۔۔ بچپن سے سلجھا تھا باقی بچے سے مختلف ماں باپ کا ہمدرد بچپن سے ہی حویلی میں اسے سلجھا نواب کہا جاتا تھا۔۔۔

جو آج حویلی آ رہا تھا۔۔۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ تقدیر بدلنے والی ہے۔۔۔

مراد خان اور شادی کی خوشی میں حویلی دلہن کی طرح سچی ہوئی تھی۔۔

مراد میرا بیٹا۔۔ میرے جگر کا ٹکڑا۔۔ میرا شیر بیٹا۔۔ سکندر خان اسے گلے لگا رہے تھے۔۔

بابا۔۔ چھ سال بعد۔۔ مراد انہیں دیکھ کر بولا۔۔ اب وہ اپنی ماں سے مل رہا تھا۔۔

یہ تو بڑی ہو گئی لیکن پھر بھی قد میں مجھ سے چھوٹی ہے اس نے فاطمہ کو دیکھتے فوراً اسے چھیڑا۔

تم پھر آگئے ہو مجھے تنگ کرنے تمہیں شرم نہیں آتی ایک بار شادی ہو تو پھر میں کبھی شکل نہیں دکھاؤں گی مراد۔۔ وہ اب اسے اپنی شادی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

چلو ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں۔۔ اس نے قدم وہاں واپسی کی طرف لیے۔۔

نہیں مراد بھائی مذاق کر رہی ہوں۔۔ فاطمہ تیزی سے بولی۔

میں کون سے سیریس ہوں۔ میری جان چلو اندر چلیں باہر بارش کا موسم ہے۔۔ اب ان کے قدم اندر حویلی کی طرف اٹھ رہے تھے۔۔

آگیا مراد خان یار۔۔ اتنا حسین ہے۔۔ آمنہ باجی انتہا کو اس کی خوبصورتی کے قصیدے بتا رہی تھی۔

آگیا ہے تو میں کیا کروں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے چار پانچ دن کام پر نہیں جاؤں گی۔۔ بیگم صاحبہ کو بتا دینا کیا کیوں تجھے پتہ ہے۔

ہاں پتہ ہے لیکن آپ بتا دینا بیگم صاحبہ کو میں نہیں آرہی بس۔۔

اچھا دیکھنا کل مراد سب نوکروں کو تحفے تحائف دیں گے یا پھر پیسے دیں گے کل چل دیکھ لے تو بھی ان کو۔۔ آمنہ باجی نے اسے لالچ دینے کی پوری کوشش کی۔۔

میری طرف سے مراد خان کو وہی تحفہ بھیک میں دے دینا۔ انتہا غصے سے بولی۔

دماغ ٹھیک ہے۔۔ تجھے میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تجھے بازار سے وہ سوٹ لے دوں گی۔۔ بڑی ناشکری لڑکی ہے تو۔۔ اللہ بچائے تجھ سے۔۔

وہ ہنس پڑی۔۔ مجھے نیند آرہی ہے چھٹیوں کی بات کر لینا اچھا سو جاؤ کر لوں گی آمنہ باجی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

نیند نہیں آتی آمنہ باجی کیا بتاؤں ہر طریقہ آزمایا ہے مرنے تک کی کوشش کی۔۔ ماضی کو سوچ کر انتہا کی آنکھیں بھگنے لگی۔

لیکن آمنہ باجی کہاں جانتی تھی اس کے دل کا درد وہ بیوہ عورت تھی۔ جس کا جینا مرنا صرف اس حویلی میں تھا بالکل انتہا کی طرح اور بہت لوگ تھے نوکر نوکرانیاں مگر خوش زندگی گزار رہے تھے مگر انتہا لڑ رہی تھی وقت سے۔۔ آنے والا وقت شاید آسانی سے نہ گزرے چلو دیکھتے ہیں وہ ماضی سوچتے سو گئی دنیا سے بے نیاز۔

مگر کوئی جاگ رہا تھا کمرے کی کھڑکی میں کھڑا آنکھوں میں نیند نہیں تھی انتظار تھا جو کسی اور کا ہی تھا اور انتظار موت ہے نہیں شاید کچھ اور ہے شاید ایک مردہ انسان کی طرح زندگی جینا۔۔

تمہیں دیکھے کتنے سال کتنے مہینے کتنے دن گزر گئے۔۔۔ وہ مسکرایا۔۔

شاید چھ سال دو مہینے 19 دن ابھی اور کتنے دن گزریں گے۔۔۔ وہ اداس ہو گیا۔۔۔ لیکن۔۔۔

جب ہم ایک بار کسی سے ملے تو دوبارہ بھی ضرور کہیں نہ کہیں ملتے ہیں چاہے قیامت والا دن ہی کیوں نہ ہوں۔۔

وہ خود سے باتیں کر رہا تھا اگر میں نے زندگی میں کوئی نیکی کی ہے تو اس کے بدلے میں تم مجھے عطا کی جاؤ میری یہی دعا ہے دل سے صرف۔۔۔ سویٹ ہارٹ۔۔۔

وہ کھڑکی سے دوسری حویلی کو دیکھ رہا تھا جہاں کوئی رات کے چار بجے گھوم رہا تھا یا شاید کوئی لڑکی تھی جو کم عمر تھی شاید 21 سال کی ہو کوئی ملازمہ تھی جو پھولوں کو دیکھ رہی تھی مراد اس منظر کو گھور رہا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے صاف نظر نہیں آیا اچانک اس کی

نظر سامنے اس کے بالوں پر پڑی جو کافی لمبے تھے۔ لیکن اس لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مراد خان اسے ہی غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ فوراً کو اندر کو بھاگی۔۔۔ مراد نے اسے جاتے تو دیکھا مگر چہرہ نہ دیکھ سکا۔۔۔ صرف اس کے کندھوں پر چادر دیکھی جو ہلکی پھلکی روشنی کی وجہ سے صاف نظر آرہی تھی اگر وہ چہرہ دیکھ لیتا تو اس لڑکی کی خیر نہیں تھی۔۔۔

اسے لگا شاید کوئی ملازمہ کسی عاشق سے ملنے آئی ہیں وہ خود ایک عاشق تھا کسی کا کیا بگاڑ لیتا وہ کل ہی ان دونوں کا نکاح کروا دیتا مگر بد قسمتی سے وہ لڑکی کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔

نوجے مراد اٹھا تو ماں باپ کو سلام کر کے کھانے کے ٹیبل پر بیٹھا۔۔۔

اب بس مراد کی شادی ہو جائے۔۔۔ سکندر خان نے اس سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔

پلیز بابا۔۔۔ وہ بالوں میں ہاتھ لگاتا بولا۔۔۔

اچھا بتاؤ کوئی پسند تو نہیں۔۔۔ سکندر خان نے پوچھا۔۔۔

نا۔۔۔ نا کوئی نہیں۔۔۔ ہوگی بھی تو نہیں بتاؤں گا۔ وہ جلدی سے بولا۔۔۔

نہ بتاؤ پتہ کروالیں گئے۔۔۔ اس کے بھائی اور بھابی اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔۔

اچھا بھوک لگی ہے کھانا بناؤ میرے لیے فاطمہ تم۔۔ وہ فاطمہ کو فون میں مصروف دیکھتا ہوا بولا۔۔

میری شادی ہے میں نوکرانی نہیں ہوں تمہاری۔۔ فاطمہ دو ٹوک بولی۔۔۔

شادی نہ ہوئی کوئی جنگ ہوگی۔۔۔ وہ مسکراتا ہوا بولا۔

ایک بار پھر آغاز گفتگو شروع ہو گئی۔۔۔

سب کاموں میں جا چکے تھے کیونکہ رات کو فاطمہ کی ڈھولکی کا فنکشن تھا۔۔

فاطمہ بھی اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔۔

مراد کھانے کے ٹیبل پر کہیں موجود تھا یا نہیں۔۔۔

لیکن دل کہیں اور ہی تھا۔۔۔ کسی آنکھوں والی چڑیل کے پاس۔

نواب صاحب کھانا کھالیں ٹھنڈا ہو گیا ہے۔۔ آمنہ باجی بولی جس کی آواز سے مراد فوراً

حقیقی دنیا میں واپس آیا۔

جی آمنہ باجی آپ کیسی ہیں آپ بتائیں۔۔ بیٹھے۔۔ مراد ان سے مخاطب ہوا وہ زمین پر مراد کے قدموں میں بیٹھنے لگی کہ مراد نے فوراً انہیں ٹوکا۔۔ آمنہ باجی یہاں کرسی پہ بیٹھے اللہ کے علاوہ کسی کے اگے نہیں جھکتے۔ وہ وہاں کرسی پر بیٹھ گئی۔

اور سنائیں آمنہ باجی حویلی کا حال چال۔۔ وہ مراد خان تھا سب سے الگ خود کسی کے سامنے نہیں جھکتا تھا سوائے اللہ کے۔۔ تو خود کے سامنے کسی کو کیسے جھکتا دیکھ سکتا تھا۔۔ ٹھیک۔۔ آپ کو بہت یاد کیا سب نے۔۔

اچھا مجھے یاد کیا سب نے پھر سب کو بلائیں ہم بھی ملے سب سے باغ میں۔۔ وہ ان کی بات پر حیران ہوتا ہوا بولا۔

آمنہ باجی سب کو باغ میں اکٹھا کرنے چلے گئی۔۔ باغ میں سب تھے۔۔ صرف ایک کے علاوہ۔۔ مراد رات والی لڑکی کے بارے میں سوچتا ہوا باغ کی طرف آ رہا تھا۔

وہ باغ میں سب سے ملا۔۔ تحفے وہ صرف گھر والوں کے لیے ہی لایا تھا سو ملازموں کو اس نے پیسے ہی دیے۔

آخر میں وہ حدید صاحب اور آمنہ باجی سے ملے حدید صاحب ان کے پرانے ڈرائیور تھے۔۔
شریف۔۔ مراد کے رازدار۔۔ مراد نے گاؤں جانے کا آرڈر دیا پھر مراد ہلکا سا مسکرائے حدید
صاحب سمجھ گئے۔

آمنہ باجی سے کچھ پیار لیا ہے دعائیں لی اور کچھ رقم تمھا دی۔۔

مراد ایسا ہی تھا ہر ایک کو ایک جیسی حیثیت دینے والا وہ سمجھتا تھا کہ جو انسان انسان کے
قدر نہیں کرتا وہ انسان نہیں ہوتا۔۔ انسان۔۔ ان کے بھی دل ہوتے خواہشات، حسرتیں،
خواب۔ اور بہت کچھ ایک عورت اکیلی پانچ بچے پال سکتی اور ایک مرد ایک بچہ تک کو اکیلے
نہیں پال سکتا دوسری عورت لیتا ہے اس بچے کی پرورش کے لیے۔۔ یہ معاشرہ ہے ایک
طلاق یافتہ۔۔ بیوہ عورت کی بھی زندگی نہیں ہے یا پھر ہم نے بننے ہی نہیں تھی ان کی
زندگی۔۔

خیر یہ کہانی آپ کو بہت اچھی لگے گی دیکھتے ہیں لمحہ کہاں جاتا ہے۔ اس کہانی کے۔۔

آمنہ باجی کو اچانک سے انتہا یاد آئی تو انہوں نے مراد خان کو آواز لگائی اور انہوں نے کہا کہ میں بتانا بھول گئی وہ انتہا ہے نا۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ نہیں آسکتی آپ نے جو دینا ہے دے دیں بخار ہے اسے۔۔۔ معذرت آپ کو تنگ کیا۔۔۔

کوئی بات نہیں آپ یہ پیسے لیں لے اور اسے دے دیجیے گا۔ مراد انہیں پیسے دیتا ہوا اندر کی طرف چلا گیا۔۔۔ مراد جب دوسری حویلی واپس آیا تو ان نوکروں میں سے ایک پر شک ہوا جو کم عمر لڑکی تھی شاید 19 سال کی تھی جو ایک ملازمہ کی بیٹی تھی۔ جو اس سے ملنے آئی تھی۔ وہ بھی اس بچی کو ڈرا گیا کل۔ اف بھلا پوچھ لیتا خیر آج پھر دیکھو گا کیا کرتی ہے رات کو۔۔۔ اسے اس رات والی لڑکی میں دلچسپی کیوں ہو رہی تھی وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ بس اسے جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔

وہ رات کو اپنے اپنے کمرے کی کھڑکی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً چار بجے کوئی باہر نکلا۔۔۔ دوسری حویلی سے۔۔۔ وہ پردے کے پیچھے چھپ گیا تاکہ آج وہ نہ ڈرے اس لڑکی نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔۔۔

اس نے اپنے بازوؤں پھلائے اور وہاں کی خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگی شاید وہ اپنا بچپن جاگا رہی تھی چادر زمین پر گری ہوئی تھی جیسے وہ باغ میں رقص کر رہی ہو۔۔۔ وہ اس دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔۔۔ جہاں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔۔۔

مراد کھڑکی میں کھڑا بہت مزے سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا اس نے کیمرے میں اسے ریکارڈ کرنا شروع کر دیا۔

اچانک ایک روشنی کی کرن اس لڑکی کے چہرے پر پڑی۔۔۔ وہ رک گیا۔۔۔ کچھ محسوس ہوا۔۔۔ مگر کہاں وہ تو کسی اور دنیا میں تھی۔۔۔ یا پھر وہ غلط فہمی۔۔۔ وہ کھڑکی سے باہر نکل آیا ریلنگ پہ۔۔۔

اچانک اس لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص اسے مسلسل گھور رہا تھا دیکھ رہا تھا اس نے جلدی سے اپنی چادر اٹھائی اور۔۔۔

ایک روشنی کی کرن دوبارہ سے اس کے چہرے پر پڑی۔۔۔ وہ اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔۔۔ منظر ختم ہو گیا تھا۔۔۔ مگر آنکھوں کا شاید کہیں اور تھا۔۔۔ وہ دوسری حویلی کے اندر فوراً بھاگ

گئی۔۔۔ اور وہ وہیں کھڑا اپنے دل کی دھڑکنیں سننے لگا۔۔۔ وہم کو دیکھنے لگا۔۔۔ وہ اس کے دماغ پر سوار ہو چکی تھی۔۔۔ کب۔۔۔ کہاں۔۔۔ کیسے۔۔۔ کیوں۔۔۔

اف میرے خدایا۔۔۔ اس نواب کی آنکھوں میں نیند نہیں ہے کیا۔۔۔ مرا نہیں یہ ابھی تک۔۔۔ سوئے جا کے۔۔۔ مجھے کیوں دیکھ رہا تھا۔۔۔ انتہا اندر چارپائی پر بیٹھی گھبرائی ہوئی تھی۔۔۔

چل آج تو بچت ہو گئی لیکن وہاں کر کیا رہا تھا کیا میرا انتظار نہیں۔۔۔ نہیں وہ میرا انتظار کیوں کرے گا یار کیا مسئلہ ہے۔۔۔

جب سے آئی ہوں یہاں اس کا نام کہ قصیدے سن سن کر میں پاگل ہو گئی ہوں یار کیا کروں۔۔۔ وہ اب چارپائی پہ لیٹی اس کے بارے میں سوچتی سوچتی پاگل ہو رہی تھی۔۔۔

مراد کہاں ہے اٹھا نہیں ابھی۔۔۔ سکندر خان ناشتے کے ٹیبل پر بولے۔۔۔

نہیں سویا ہوا ہے تھک گیا ہے شاید۔۔۔۔۔ ان کی بیگم نے جواب دیا۔۔۔

سونے دو۔۔۔ اس کے سکندر خان بولے۔۔۔

انہتا کہاں ہے آمنہ۔۔۔ انہوں نے آمنہ سے سوال کیا۔۔

وہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے معذرت کی ہے اس نے اور۔۔۔

اچھا جاؤ شادی کی تیاری کروں انہوں نے آمنہ باجی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

اس کی جیسے ہی آنکھ کھلی۔۔۔ وہ دوسری حویلی فوراً گیا۔۔۔ لیکن وہاں وہی لڑکی کھڑی تھی۔۔۔
اسی چادر میں۔۔۔

وہ اسے دیکھتے ہی دل میں بولا۔۔۔

شاید میں کچھ زیادہ سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔ اف اللہ۔۔۔۔۔ اور میں نے آج گاؤں بھی جانا ہے اس
سے ملنے۔۔۔۔۔

وہ واپس مڑا تو کسی نے انتہا کو آواز لگائی۔۔۔ تو وہ صرف اس کا نام سن سکا۔۔۔ لیکن پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔۔۔ مگر انتہا نے اسے ضرور دیکھا۔۔۔ انتہا نے اسے پیچھے سے دو تین اچھے الفاظ سے نوازا۔۔۔

جاری ہے

